بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النور انٹرنیشنل

ISSN 2754 267X

جنوری ۲۰۲۲ء

جمادی الاوّل / جمادی الثانی ۔ ۱۴۴۳ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؑ مُدّعی نبُوت نہیں مجدّد صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیر

شاہد عزیز

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔	۲
۲: کلامُ علوی	۴
۳: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔	۵
۴: انگریز اور ہندوستان کے مسلمان ۔ شاہد عزیز	۷

اعلان

النور کے کارکنان اور قارئین کی طرف سے جناب رابرٹ سپٹ کو پروفیسر شپ مِلنے پر بہت بہت مُبارک ہو۔

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ-انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ Pure Discussions WhatsApp Group

عیدین-انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؑ

(قسط۔۲۶ صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۱)

مرتب ارشد علوی

حضرت مسیح موعودؑ اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں۔

اب قاعدہ کُلّی کے طور پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ موت کے بعد جو حالتیں پیش آتی ہیں۔ قرآن کریم نے انہیں تین قسیم پر منقسم کیا ہے ۔اور عالمِ معاد کے متعلق یہ تین قرآنی معارف ہیں جن کو ہم جُدا جُدا اس جگہ ذکر کرتے ہیں۔

پہلا دقیقہء معرفت

اوّل۔ یہ دقیقہء معرفت ہے کہ قرآن شریف بار بار یہی فرماتا ہے کہ عالمِ آخرت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اِس کے تمام نظارے اِسی دُنیوی زندگی کے اظلال وآثار ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (بنی اسرائیل:۱۴) یعنی ہم نے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اس کی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کردیں گے۔ اور ایک کھُلے کھُلے اعمال نامہ کی شکل پر دکھلائیں گے۔ اس آیت میں جو طائر کا لفظ ہے تو واضح ہو کہ طائر اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں۔ پھر اِستعارہ کے طور پر اس سے مراد عمل بھی لیا گیا ہے کیونکہ ہر ایک عمل نیک ہو یا بد وہ وقوع کے بعد پرندہ کی طرح پرواز کر جاتا ہے اور مشقت یا لذّت اس کی کالعدم ہو جاتی ہے اور دِل پر اس کی کثافت یا لطافت باقی رہ جاتی ہے۔

یہ قرآنی اصول ہے کہ ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش جماتا رہتا ہے جس طور کا انسان کا فعل ہوتا ہے۔ اُس کے مناسب حال ایک خُداتعالیٰ کا فعل صادر ہوتا ہے اور وہ فعل اس گناہ کو یا اس کی نیکی کو ضائع ہونے نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے نقوش دِل پر، منہ پر، آنکھوں پر کانوں پر، ہاتھوں پر، پیروں پر لکھے جاتے ہیں اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمالنامہ ہے جو

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا‘، ”جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں“۔ ”میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔‘

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیّع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: ’اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

دوسری زندگی میں کھُلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔

اور پھر ایک دوسری جگہ بہشتیوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ۔ (الحدید:۱۲) یعنی اُس دن بھی ایمانی نُور جو پوشیدہ طور پر مومنوں کو حاصل ہے۔ کھُلے کھُلے طور پر اُن کے آگے اور اُن کے داہنے ہاتھ پر دوڑتا نظر آئے گا۔ پھر ایک اور جگہ بدکاروں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۔ (التکاثر:۱تا۸) یعنی دُنیا کی کثرت حرِص و ہوا نے تمہیں آخرت کی تلاش سے روک رکھا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پڑے۔ دُنیا سے دِل مت لگاؤ۔ تم عنقریب جان لوگے کہ اس سے دِل لگانا اچھا نہیں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تم جان لوگے کہ دُنیا سے دل لگانا اچھا نہیں۔ اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو تو تم دوزخ کو اسی دُنیا میں دیکھ لوگے۔ پھر برزخ کے عالم میں یقین کی آنکھوں کے ساتھ دیکھوگے۔ پھر عالمِ حشر اجساد میں پُورے مواخذہ میں آجاؤگے۔ اور وہ عذاب تم پر کامل طور پر پروار ہو جائے گا۔ اور صرف قال سے نہیں بلکہ حال سے تمہیں دوزخ کا علم حاصل ہو جائے گا۔

یقین کے تین مراتب کا بیان۔ لفظ برزخ کی لطیف شرح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ اسی جہان میں بدکاروں کیلئے جہنمی زندگی پوشیدہ طور پر ہوتی ہے۔ اور اگر غور کریں تو اپنی دوزخ کو اسی دُنیا میں دیکھ لیں گے اور اس جگہ اللہ تعالیٰ نے علم کو تین درجوں پر منقسم کیا ہے یعنی علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔ اور عام کے سمجھنے کے لئے ان تینوں علموں کی یہ مثالیں ہیں کہ اگر مثلاً ایک شخص دور سے کسی جگہ بہت سا دُھواں دیکھے اور پھر دھوئیں سے ذہن منتقل ہو کر آگ کی طرف چلا جائے۔ اور آگ کے وجود کا یقین کرے، اور اس خیال سے کہ دُھوئیں اور آگ میں ایک تعلق لاینفک اور ملازمت تامّہ ہے۔ جہاں دُھواں ہو گا ضرور ہے کہ آگ بھی ہو۔ پس اس علم کا نام علم الیقین ہے اور پھر جب آگ کے شعلے دیکھ لے تو اس علم کا نام عین الیقین ہے اور جب اس آگ میں آپ ہی داخل ہو جائے تو اس علم کا نام حق الیقین ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جہنم کے وجود کا علم الیقین تو اِسی دُنیا میں ہو سکتا ہے۔ پھر عالم برزخ میں عین الیقین حاصل ہو گا۔ اور عالمِ حشر اجساد میں وہی علم حق الیقین کے کامل مرتبہ تک پہنچ گا۔

اس جگہ واضح رہے کہ قرآنی تعلیم کی رُو سے تین عالم ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) اوّل دُنیا جس کا نام عالمِ کسب اور نشاء اولیٰ ہے۔ اِسی دُنیا میں انسان اکتساب نیکی کا یا بدی کا کرتا ہے اور اگرچہ عالم بعث میں نیکوں کے واسطے ترقیات ہیں مگر وہ محض خُدا کے فضل سے ہیں۔ انسان کے کسب کو ان میں دخل نہیں۔

(۲) اور دُوسرے عالم کا نام برزخ ہے۔ اصل میں لفظ برزخ لُغتِ عرب میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو۔ سو چونکہ یہ زمانہ عالمِ بعث اور عالمِ نشاء اُولیٰ میں واقع ہے۔ اِس لئے اِس کا نام برزخ ہے۔ لیکن لفظ قدیم سے اور جب سے کہ دُنیا کی بناء پڑی ہے عالمِ درمیانی پر بولا گیا ہے۔ اِس لئے اس لفظ میں عالم درمیانی کے وجود پر ایک عظیم الشان شہادت مخفی ہے۔ ہم منن الرحمٰن میں ثابت کر چکے ہیں کہ عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خُدا کے مُونہہ سے نکلے ہیں اور دُنیا میں فقط یہی ایک زبان ہے جو خُدائے قُدوس کی زبان اور قدیم اور تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام زبانوں کی ماں اور خدا کی وحی کا پہلا اور آخری تخت گاہ ہے۔ خُدا کی وحی کا پہلا تخت گاہ اِس لئے کہ تمام عربی خُدا کا کلام تھا جو قدیم سے خُدا کے ساتھ تھا۔ پھر وہی کلام دُنیا میں اُترا۔ اور دُنیا نے اُس سے اپنی بولیاں بنائیں۔ اور آخری تخت گاہ خُدا کا اس لئے لُغتِ عربی ٹھہری کہ آخری کتاب خُدا تعالیٰ کی جو قرآن شریف ہے۔ عربی میں نازل ہوئی۔ سو برزخ عربی لفظ ہے جو مُرکّب ہے بَرَّ اور رَزَخ سے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ طریق کسب اعمال ختم ہو گیا اور ایک مخفی حالت میں پڑ گیا۔ برزخ کی حالت وہ حالت ہے کہ جب یہ ناپائیدار ترکیب انسانی تفریق پذیر ہو جاتی ہے اور رُوح الگ اور جسم الگ ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ جسم کسی گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے اور رُوح بھی ایک قسم کے گڑھے میں پڑ جاتی ہے۔ جس پر لفظ رَزَخ کا دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ افعال کسبِ خَیر یا شرّ پر قادر نہیں ہو سکتے کہ جو جسم کے تعلقات سے اس سے صادر ہو سکتے تھے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہماری رُوح کی عمدہ صحت جسم پر موقوف ہے۔ دماغ کے ایک خاص حصہ پر چوٹ لگنے سے حافظہ جاتا رہتا ہے اور دُوسرے حصہ پر آفت پہنچنے سے قوتِ متفکّرہ رخصت ہوتی ہے اور تمام ہوش و حواس رخصت ہو جاتے ہیں۔ اور دماغ میں جب کسی قسم کا تشنّج ہو جائے یا ورم پیدا ہو یا خون یا کوئی اور مادہ ٹھہر جائے اور کسی سُدّہ تام یا غیر تام

کو پیدا کرے تو غشی یا مرگی یا سکتہ معاً لاحق حال ہو جاتا ہے۔

رُوح کے لیے جسم ضروری ہے:۔

پس ہمارا قدیم کا تجربہ ہمیں یقینی طور پر سکھلاتا ہے کہ ہماری رُوح بغیر تعلق جسم کے بالکل نکمّی ہے۔ سو یہ بات بالکل باطل ہے کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت میں ہماری مُجرّد رُوح جس کے ساتھ جسم نہیں ہے کسی خوشحالی کو پا سکتی ہے۔ اگر ہم قصہ کے طور پر اس کو قبول کریں تو کریں لیکن معقولی طور پر اس کے ساتھ کوئی دلیل نہیں۔ ہم بالکل سمجھ نہیں سکتے کہ وہ ہماری رُوح جو جسم کے ادنیٰ ادنیٰ خلل کے وقت بیکار ہو کر بیٹھ جاتی ہے وہ اس روز کیونکر کامل حالت پر رہے گی جبکہ بالکل جسم کے تعلقات سے محروم کی جائے گی۔ کیا ہر روز ہمیں تجربہ نہیں سمجھاتا کہ رُوح کی صحت کیلئے جسم کی صحت ضروری ہے۔

پیرِ فرتُوت کی حالت:۔

جب ایک شخص ہم میں سے پیر فرتوت ہو جاتا ہے تو ساتھ ہی اس کی رُوح بھی بُوڑھی ہو جاتی ہے۔ اس کا تمام علمی سرمایہ بڑھاپے کا چور چرا کر لے جاتا ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــًٔا ۝ (الحج:۵)۔یعنی انسان بُڈھا ہو کر ایسی حالت تک پہنچ جاتا ہے کہ پڑھ پڑھا کر پھر جاہل بن جاتا ہے۔ پس ہمارا یہ مشاہدہ اس بات پر کافی دلیل ہے کہ رُوح بغیر جسم کے کچھ چیز نہیں۔ پھر یہ خیال بھی انسان کو حقیقی سچائی کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر رُوح بغیر جسم کے کچھ چیز ہوتی تو خُدائے تعالیٰ کا یہ کام لغو ٹھہرتا کہ اس کو خواہ نخواہ جسم فانی سے پیوند دے دیتا۔ اور پھر یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خُدا تعالیٰ نے انسان کو غیر متناہی ترقّیات کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس جس حالت میں انسان اس مختصر زندگی کی ترقّیات کو بغیر رفاقت جسم کے حاصل نہیں کر سکا تو کیونکر امید رکھیں کہ ان ناتناہی ترقّیات کو جو ناپیدا کنار ہیں بغیر رفاقت جسم کے خود بخود حاصل کر لے گا۔

سو ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رُوح کے افعالِ کاملہ صادر ہونے کے لئے اسلامی اصول کے رُو سے جسم کی رفاقت رُوح کے ساتھ دائمی ہے۔ گو موت کے بعد یہ فانی جسم رُوح سے الگ ہو جاتا ہے۔

مَرنے کے بعد رُوح کو جسم مِلتا ہے:۔

مگر عالمِ برزخ میں مُستعار طور پر ہر ایک رُوح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لئے جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس جسم کی قسم میں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے۔ گویا کہ اس عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں۔ ایسا ہی خُدا کے کلام میں بار بار ذکر آیا ہے۔ اور بعض جسم نورانی اور بعض ظلماتی قرار دیئے ہیں۔ جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے تیار ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ راز ایک نہایت دقیق راز ہے مگر غیر معقول نہیں۔ انسان کامل اسی زندگی میں ایک نورانی وجود اس کیفیت جسم کے علاوہ پا سکتا ہے۔ اور عالمِ مکاشفات میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اگرچہ ایسے شخص کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے جو صرف ایک موٹی عقل کی حد تک ٹھہرا ہوا ہے لیکن جن کو عالمِ مکاشفات میں سے کچھ حصہ ہے وہ اِس قسم کے جسم کو جو اعمال سے تیار ہوتا ہے تعجب اور استبعاد کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے بلکہ اس مضمون سے لذّت اُٹھائیں گے۔

غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزاء کا موجب ہو جاتا ہے۔ مَیں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مُردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔ اور مَیں نے بعض فاسقوں---- اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا ہے کہ گویا وہ دُھوئیں سے بنایا گیا ہے۔ غرض میں اس کوچہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں اور مَیں زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خُدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ایسا ہی ضرور مَرنے کے بعد ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے خواہ نورانی خواہ ظلمانی۔ انسان کی یہ غلطی ہو گی اگر وہ ان نہایت باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعہ سے ثابت کرنا چاہئے بلکہ جاننا چاہئے کہ جیسا کہ آنکھ شیریں چیز کا مزہ نہیں بتلا سکتی اور نہ زبان کسی چیز کو دیکھ سکتی ہے۔ (فہرست مضامین)

برگشتہ

اے امام زماں تجھ سے بے بہرہ
منزلوں تک کبھی نہیں پہنچے
اللہ اللہ وہ تیرا علمِ کلام
لوگ اسی تک ابھی نہیں پہنچے

(کلامِ علوی)

(فہرست مضامین)

۱۷ جنوری ۱۹۳۰ء خطبہ جمعہ

ہمارا کام دین وملت کی خدمت ہے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ

(نوٹ:- حضرت مولانا محمد علیؒ نے یہ خطبہ ایک مخصوص سیاسی اور سماجی تناظر میں دیا تھا۔ حضرت مولانا نے یہ خطبہ ۹۰ سال پہلے ہندوستان میں دیا تھا۔ النور انگلستان سے شایع ہوتا ہے اِس وجہ سے، ممکنہ قانونی قباحتوں کے پیش نظر خطبے کا آخر حصہ حذف کر دیا گیا ہے۔)

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیناؒ نے ذیل کی آیات تلاوت کیں۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰ ی - وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى - وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰ ى - ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى -(۴۱-۳۸:۵۳)

ترجمہ: ”کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں، مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے۔ اور کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

اور پھر آپؒ نے فرمایا۔ کہ ان آیات میں مسلمانوں کو ایک ایسے امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس کے بغیر کوئی قوم زندگی کی جدوجہد سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ اور انسان کو وہی نتیجہ ملتا ہے جو وہ کوشش کرے۔ اور کوشش کا نتیجہ ملتا بھی ضرور ہے۔ اور نتیجہ بھی پورا پورا ملتا ہے۔ کام اور محنت کے چند یہی اصول ہیں۔ اور یہ ایسے پختہ اور محکم اصول ہیں۔ کہ کوئی انسان یا کوئی قوم ان سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اصول خواہ کتنا ہی بلند ہو، مگر نتیجہ اسی قدر نکلے گا، جس قدر کہ کوشش کی جائے گی۔ یہ کبھی نہیں ہوا۔ کہ ایک شخص خواہ حق پر ہی ہو، لیکن بغیر کوشش کے وہ کامیاب ہو جائے۔ خُدا کا یہ اٹل قانون ہے۔ کہ بغیر کوشش کے کچھ نہیں ملتا۔

پچھلے جمعہ میں مَیں نے بیان کیا تھا کہ ہمارا نصب العین خدمتِ اسلام ہے۔ لیکن نصب العین مقرر کرنے سے اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، جب تک کہ قوّت عمل سے پورا کام نہ لیا جائے۔ واقعات بھی ہمیں یہی بتاتے ہیں۔ کہ نصب العین، خواہ کیسا ہی بلند اور دل خوش کن ہو، مگر نتیجہ صرف محنت اور کوشش ہی سے ظہور میں آئے گا۔ کام ہی دنیا میں بڑی چیز ہے، مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص میں خواہ وہ غریب ہو یا امیر، جوان ہو یا بوڑھا، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ایک کمی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ اور وہ کمی محنت اور جدوجہد کی کمی ہے۔ قوتِ عمل کی کمی ہے۔ مسلمان اگر دنیا میں ذلیل نظر آرہے ہیں، تو نہ اس لئے کہ ان میں کام کرنے کی قابلیت نہیں۔ قابلیت تو ہے مگر کام کرنے کی ذہنیّت اور کام کا جذبہ ان میں نہیں۔ آپ تمام مسلمانوں اور بالخصوص طلباء کی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالئے۔ وہاں بھی آپ کو یہی کیفیّت نظر آئے گی۔ مسلمان طلباء اس قدر محنتی نہیں، جس قدر کہ دوسری قوموں کے نوجوان ہیں۔ مسلمانوں کا دماغ بھی اچھا ہے۔ لیکن جب محنت سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے، تو اچھا دماغ کیا کر سکتا ہے؟ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ گذشتہ سالانہ جلسہ سے پہلے میں نے متواتر جمعوں میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی، کہ ہمیں کچھ کام کر کے دکھانا چاہئے۔ میرا روئے سخن جماعت کے تمام افراد کی طرف تھا۔ خواہ وہ لاہور کے ہوں یا بیرونجات کے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے، کہ بہتوں نے کام کرنے کی وہ آمادگی نہیں دکھائی، جس کی ان سے توقع تھی!۔

> میں نے متواتر۔۔۔اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی، کہ ہمیں کچھ کام کر کے دکھانا چاہئے۔ میرا روئے سخن جماعت کے تمام افراد کی طرف تھا۔۔۔افسوس۔۔۔کہ بہتوں نے کام کرنے کی وہ آمادگی نہیں دکھائی، جس کی ان سے توقع تھی!

بعض لوگ ایک منظم جماعت کے اندر اس قسم کی بے پروائی کو دیکھ کر مایوس سے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے ایک دفعہ کہا، کہ فلاں جماعت میں کام کرنے کا زیادہ جوش پایا جاتا ہے۔ ہم ان میں کیوں شامل نہ ہو جائیں! میں اس بات کو مانتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں عام طور پر قوتِ عمل کی کمزوری کی بیماری پائی جاتی ہے۔ اور ہماری جماعت میں بھی ہے۔ مگر ہمیں اس بیماری کو دُور کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ ایک دوسری

بیماری میں اپنے آپ کو ڈال لیں۔ اگر یہی خیال درست ہوتا، پھر چونکہ آریہ سماج میں یا عیسائیوں میں مسلمانوں سے زیادہ جوش کام کرنے کا پایا جاتا ہے، تو کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر آریہ سماج یا عیسائیوں میں چلے جائیں! علاوہ ازیں میں اس بات کو بھی نہیں مانتا کہ ہماری جماعت میں قوتِ عمل کسی دوسری جماعت سے کم ہے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ میں اس معاملہ میں اپنی جماعت کو ممتاز اور افضل دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ بات صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے، کہ ہماری جماعت کے ہر فرد میں بیداری اور حرکت پائی جائے۔

تحریک عامہ بڑی چیز ہے۔

اسی پر قوموں اور جماعتوں کے مستقبل کا انحصار ہے۔ میں نے پچھلے سال اپنے دوستوں سے درخواست کی تھی کہ اپنے بچوں اور بیویوں کے دلوں میں قوتِ عمل کا جذبہ پیدا کریں۔ اور اس کے متعلق عملی تجویز پیش کی تھی، کہ خواہ عورت ہو یا بچہ، وہ کچھ نہ کچھ اپنے ہاتھ سے ضرور مالی یا جسمانی قربانی کریں۔ اس سے نہ صرف قوم کی مجموعی طاقت میں ترقی ہو گی، بلکہ ہمارے بچوں اور عورتوں میں قوّت عمل کی نشوو نما ہو گی۔ بچے سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ کوئی ۱۲ آنے دیتا ہے، کوئی ایک روپیہ، کوئی دو روپے، کوئی اس سے بھی زیادہ۔ اگر اس رقم میں اسلام کی خدمت کے لئے ایک یا دو آنہ کی رقم شامل کر دی جائے، تو اس سے عظیم الشان نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور نقصان کچھ بھی نہیں۔ کوئی آنہ نہ دے سکے تو پھر روپیہ ہی سہی۔ مگر اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں کچھ قربانی کرنا سیکھے۔ تاکہ اس کی سوئی ہوئی قوّت بیدار ہو۔

آپ خوش قسمت ہیں۔ کہ اس صدی کے مجدد نے جس کام پر آپ کو لگایا ہے، وہ بہترین کام ہے۔ مگر قوّت عمل کو کام میں لائے بغیر، یہاں بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ کام کے لئے ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے کہ میرے بغیر کام نہیں ہو گا۔

مسلمانوں میں سوئی ہوئی قوّت کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ ہمیں اس قوت کو بیدار کرنا چاہیئے۔ ہمیں اس سے پورا کام لینا چاہیئے۔ جمعہ کے دن صندوقچی کی تجویز بڑی مفید ہے۔ آپ اس میں ایک آنہ ڈالئے۔ دو پیسہ ڈالئے۔ ایک پیسہ ڈالئے، مگر کچھ نہ کچھ ضرور ڈالئے۔ ایسی باتیں بظاہر چھوٹی چھوٹی اور بے حقیقت معلوم ہوتی ہیں، لیکن ان سے بہت بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ جلسہ سے پیشتر میں نے بار بار آپ سے درخواست کی تھی۔ کہ اگر جماعت کا ہر ایک فرد بیس روپے کی رقم فراہم کرے، تو اس سے بڑی کامیابی ہو سکتی ہے۔ دیکھئے! آپ میں سے بعض نے توجہ کی، محنت سے کام لیا اور اس کی بدولت دس ہزار سے زیادہ روپیہ جمع ہو گیا۔ بیس روپے کی تحریک میں لاہور کے بعض دوستوں نے اچھا کام کیا ہے۔ خُداوند کریم انہیں جزائے خیر دے۔ البتہ اس تصویر کا یہ پہلو قابلِ افسوس ہے۔ کہ جماعت کے دوتہائی حصّہ نے اپنی قوّتِ عمل سے کام نہیں لیا۔ اگر سب مل کر کام کرتے، تو تیس ہزار مطلوبہ رقم کا جمع ہو جانا کچھ بھی مشکل نہ تھا! مگر جلسہ کے نکل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ روپیہ کی فراہمی کا کام ختم ہو گیا ہے۔ ضرورت ابھی باقی ہے۔ اور کام کرنے والوں کے لئے اب بھی وقت ہے۔ اور یہ کام کرنے کی قوّت اگر نشوونما پائے گی، تو بالآخر خود آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے مفید ہو گی۔

جس تحریک میں قوّتِ عمل کو بیدار نہ کیا جائے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

مسلمانوں نے، دس سال ہوئے، خلافت کی تحریک کو سامنے رکھا۔ یہ تحریک اس قدر دلکش تھی، کہ گھروں کے اندر عورتیں اور بچے اس سے متاثر ہوئے۔ اللہ اکبر کے نعروں نے ان میں ایک خاص جوش پیدا کر دیا۔ لیکن عملی پہلو سے یہ تحریک ناکام رہی۔ آپ خوش قسمت ہیں۔ کہ اس صدی کے مجدد نے جس کام پر آپ کو لگایا ہے، وہ بہترین کام ہے۔ مگر قوّت عمل کو کام میں لائے بغیر، یہاں بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ کام کے لئے ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے کہ میرے بغیر کام نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت یہ کیفیت ہے، کہ ہر ایک سمجھتا ہے، کہ اگر میں نہ کروں گا، تو کیا بگڑ جائے گا؟ یہ خیال ہماری جماعتی اغراض و مقاصد کو جس قدر سخت نقصان پہنچا رہا ہے، اس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے!

ہم اگر کام کرنا چاہیں، تو ہمارے لئے بہت سے کام ہیں۔

ہر شخص کو اپنے اپنے رنگ میں کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہیئے۔ مثلاً ایک

کام ہمارے رسم ورواج کی اصلاح کا ہے۔ محض لیکچر دینے سے کام نہیں چلے گا۔ قرآنِ کریم نے رسوم کی زنجیروں کا نام اغلال رکھا ہے۔ رسول کا ایک بہت بڑا یہی کام ہے۔ کہ وہ رسوم کی ان زنجیروں کو، جو قوموں کو جکڑ رکھتی ہیں، کاٹتا ہے۔ رسم ورواج کی اصلاح کی تحریک میں عورتیں مردوں سے زیادہ کام کر سکتی ہیں۔ اس لئے میں انہیں بالخصوص اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ وہ معاشرتی اصلاح کے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے سکتی ہیں۔ اصلاح کا کام بڑا کٹھن کام ہے۔ اور اصلاحی کوششیں صرف اسی صورت میں امید افزاء نتائج پیدا کر سکتی ہیں، کہ کام مسلسل کیا جائے۔ ہمیں کسی صورت میں کام سے بیزار نہیں ہونا چاہیے۔ اور نہ ہمت ہارنی چاہیے۔ اپنی قوم کو کام کرنے والا بناؤ۔ مسلمانوں کے سروں پر رسم ورواج کا بھوت اس قدر سوار ہے، کہ جب انہیں فضول اور تباہ کن رسموں کے مٹانے کا مشورہ دیا جاتا ہے، تو ان کی زبان سے۔ "ہماری ناک کٹتی ہے"، "ہمیں ارمان نکالنے ہیں" کے الفاظ سُنے جاتے ہیں! ایک مسلمان کی زبان پر ایسے الفاظ سخت قابلِ افسوس ہیں۔ اسلام ہم سے یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ایک سیدھی سادہ زندگی بسر کریں۔ آتشبازی کی تباہ کن رسم کو لیجئے۔ جس کا اظہار شبِ برأت کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ غریبوں، مسکینوں اور ناداروں نے اس پر کتنا روپیہ تباہ کیا! بیوہ عورتوں کے بچے بھی اپنے ہاتھوں سے اپنی بربادی کا سامان خریدتے ہیں۔ اور کھانے کے لئے روٹی نہ ہو، پہننے کو کپڑا نہ ہو، مگر آتشبازی ضرور آئے گی! اس جرم کے ارتکاب کی ذمہ داری بڑوں پر عائد ہوتی ہے، جو اپنے بچوں کو اس بُری حرکت سے نہیں روکتے۔ بلکہ ان کو اس غرض کے لئے پیسے دے کر ان کے معاون ہوتے ہیں۔

ایک اور اصلاح، جس کے بغیر مسلمان قوم زندہ نہیں رہ سکتی،

یہ ہے کہ مسلمان قوم میں عصبیت پیدا ہو۔ یعنی ہمارے تمام کاروبار میں پہلے اپنی قوم مدِ نظر ہو۔ اس کے بغیر افلاس دُور نہیں ہو سکتا۔ ہمارا افلاس اس خطرناک حالت کو پہنچا ہوا ہے کہ تیرہ کروڑ روپے سالانہ سُود، پنجاب کے مسلمان زمیندار، ساہوکاروں کو ادا کرتے ہیں۔ اور بارہ کروڑ سالانہ سے پنجاب کی گورنمنٹ چل رہی ہے۔ سُود کی لعنت بھی اسی رسم ورواج سے پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ ہم اسراف کرتے ہیں۔ اور سُود پر قرض لے کر رسم ورواج کو پورا کرتے ہیں (پیغام صلح۔ ۲۳ جنوری ۱۹۳۰)

(فہرست مضامین)

انگریز اور ہندوستان کے مسلمان

شاہد عزیز

حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے انگریزوں کی حمایت کی اور جہاد کو منسوخ قرار دیا تھا۔ اِس مضمون میں، میں دوسرے مسلمانوں کی تقریروں سے قتسابات دے رہا ہوں جس سے آپ پر واضع ہو جائے گا کہ کون سے مسلمان انگریزوں سے تلوار کے جہاد کرنے کے لئے بھاگے جا رہے تھے جو حضرت مسیح موعودؑ، جنہیں وہ کافر کہتے تھے، کے کہنے پر رُک گئے۔[1] جس کتاب سے میں نے حوالجات لئے ہیں اُس کے مصنف احمدی نہیں۔

وہ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔ ُاس دعوی میں کلام نہیں کہ جن لوگوں کے پاس بڑی بڑی زمینداریاں ہیں وہ تمام زمینیں اُنہوں نے یا ملک وقوم سے غداری کے صلہ میں حاصل کی ہیں، یا ایسے روپے سے خریدی ہیں جو بہر حال شرعی حدود کے اندر کمایا ہوا نہیں تھا۔ پنجاب کی بڑی بڑی زمینداریوں کے مالک وہ ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی ُوفاداری بشرط استواریٰ کے صلے میں زمینیں حاصل کیں۔ اُنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے لے کر انگریزی حکومت کے متزلزل ہونے تک سفید فام آقایان دہلی کی ہر لحہ خدمت کی، مثلاً اُنہیں مشکل وقت میں رنگروٹ دیئے۔ اسلامی ملکوں میں جاسوسی کی، قومی وقار کو پامال کیا، ملی تحریکوں میں مُخبری کر کے انگریزوں کو مُفید معلومات فراہم کیں اور انگریز بہادر کی خوشنودی کے لئے وہ تمام کام برضا ورغبت سرانجام دیئے جن کا ملک وملت کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ اِن خدمات کے صلہ میں سرکاری زمینوں کو اونے پونے خریدا ۱۸۵۷ء کی پیشتر زمینداریاں مسلمان بادشاہت کے لہو سے حاصل کئے ہوئے وثیقوں پر لی گئی ہیں۔ پنجاب کا ایک بہت بڑا خاندان اگرچہ بڑا زمیندار خاندان نہیں۔ لیکن اُس کے اقتدار کی نیو الہو کے اُس خط پر رکھی گئی جو جنرل نکلسن نے ان کے بزرگ کو وفاداری کے صلہ میں دیا تھا۔ جنرل نکلسن کلائیو اُن ہم نشینوں میں سے تھا جس نے بہادر شاہ ظفر کے بچوں کا سر کاٹا ہوا تین دِن کے بھوکے

[1] تمام حوالہ جات وکیل انجم کی کتاب ُسیاست کے فرعونٗ لیے گئے ہیں۔

شہنشاہ کو ناشتہ کے طور پر پیش کیا تھا۔ ایک اور بڑے نواب یا نواب زادہ کی وسیع و عریض جاگیر سید احمد شہید علیہ الرحمتہ سے دغا کا صلہ ہے۔' (صفحہ ۲۰)

ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی کے موقع پر ڈیرہ غازی خان کے رئیسوں اور سرداروں کی طرف سے ایک عرضداشت پیش کی گئی جس کا ایک حصہ مندرجہ ذیل ہے: 'عرضداشت گر قبول افتد زہے عز و شرف بعد عرض فیض باریافتگان پایہ سریر سلطانی ظلِ یزدانی آیت و دولت جاودانی، عدل و انصاف اور جہانبانی کے مصدر و منبع اعلیٰ حضرت شہنشاہ عالی جاہ، عالم پناہ والد بارگاہ، خدیو گیہان منصف دوران، سلیمان زمان، جمشید جہاں، جناب معلی القاب فیض مآب، معدلت انتساب شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم، اللہ اُن کے اقبال اور شان و شوکت کو تاابد قائم و دوائم رکھے۔

'بے حد عجز و انکساری کے اظہار اور تسلیمات بے اندازہ و تعظیمات بے شمار کے بعد ہم ساکنان ضلع ڈیرہ غازی صوبہ پنجاب ملک ہندوستان یعنی بلوچی سرداران، ملازمان، رییسان، میونسپل کمشنران اور دیگر رعایا بہ ادب و نیاز پائیہ تخت اعلیٰ حضرت شہنشاہ جہاں منبع فیوض و برکات کو بوسہ دیتے ہوئے بادشاہ سلامت کی تاج پوشی کے جشن کے موقع پر پُر خلوص ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں۔۔۔ ہم جانثار اور وفادار بندوں کو اِس پُر مسّرت موقع پر بے حد خوشی و سرور حاصل ہوا۔۔۔ ہم اِس بات پر بجا طور پر نازاں ہیں کہ ہم برطانیہ عظمٰی کے تخت کی تابعداری اور فرمانبرداری میں۔۔۔ (کسی سے) پیچھے نہیں ہیں۔۔۔ ہماری دُعا ہے کہ خدائے ذوالجلال شہنشاہ با استقلال اور عالم پناہ باکمال کے اقبال اور اجلال کو ہمیشہ عروج بخشے اور سایہ ہما پایہ فیض گنجور حضرت ملکہ معظمہ کے فیوضات کا ظہور اہل جہان کی پیشانی پر تاابد قائم و دائم رہے۔۔۔' (صفہ ۲۱ اور ۲۲)

شاید آپ یہ کہیں کہ یہ تو آپ دُنیادار سرداروں کی بات کر رہے جن کا کوئی دین ایمان نہیں ہوتا۔ جس کو حاکم دیکھتے ہیں اُس کے پاؤں چومنے لگ جاتے ہیں۔ اُنہیں تو انگریزی حکومت سے زمینیں چاہیں تھیں وہ کیوں نہ انگریزوں کے پاؤں چاٹتے۔ تو آئیں ختم نبوت کے محافظین کے اعلانات پر بھی غور کر لیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے لئے فتح کی دعائیں مانگیں، جنرل ڈائر کے قتل عام پر خاموش رہے، شاہ جارج کو ظل اللہ کہا وغیرہ وغیرہ۔

'حضور والا، ہم خادم الفقراء سجادہ نشینان و علماء مع متعلقین شرفائے حاضر وقت۔۔۔ نہایت ادب اور عجز اور انکسار سے یہ ایڈریس لے کر۔۔۔ حاضر ہوئے ہیں۔ پنجاب نے اپنے ایثار و وفاداری اور جانثاری کو وہ ثبوت دیا جس سے 'شمشیر سلطنت' کا قابل فخر عزت لقب پایا۔۔۔ جب ہم اپنی آزادیوں کی طرف خیال کرتے ہیں۔۔۔ تو ہمیں ہر طرف احسان ہی احسان دکھائی دیتے ہیں۔۔۔ ہم سچ کہتے عرض کرتے ہیں کہ جو برکات ہمیں اِس سلطنت کی بدولت حاصل ہوئیں، اگر ہمیں عمر حضر بھی نصیب ہو تو بھی ہم اِن احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔۔۔ ہم کو وہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا جب ترکوں نے ہمارے مشورہ کے خلاف کوتاہ اندیشی سے ہمارے دشمنوں کی رفاقت اختیار کی تھی۔۔۔ ہمیں نہایت رنج اور افسوس ہے کہ ناتجربہ کار و نوجوان امیر امان اللہ خان والئ کابل نے کسی غلط مشورہ سے عہد ناموں کے اور اپنے باپ دادا کے طرز کی خلاف ورزی کر کے خداوند تعالی کے صریح حکم کہ وعدے کا ایفا کرو، کی نافرمانی کی۔ ہم جناب والا کو یقین دِلاتے ہیں کہ ہم افغانستان کے اِس طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔۔۔ ہم اِس غلط اعلان کی جس میں اُس نے خلاف واقع لکھا ہے کہ اِس سلطنت کی مذہبی آزادی میں خدانخواستہ کسی قسم کی کوئی رُکاوٹ واقع ہوئی، زور سے تردید کرتے ہیں۔۔۔ ہم بمثل سابق اپنی جوش عقیدت و وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے۔'

یہ دُعانامہ بطور ایڈریس پنجاب کے علماء نے جنرل ڈائر کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ وہی موصوف ہیں جنہوں نے جلیانوالہ باغ میں ایک نہتے جلوس پر گولیاں چلائی اور کئی سو مرد و زن کا قتل عام کیا۔ اِس پُر امن جلسہ میں شامل ہونے والوں کے متعلق لکھا: 'ہم کو اِن کوتاہ اندیش دشمنانِ ملک پر بھی سخت افسوس ہے۔'

یہ حوالے آپ کے سامنے پیش کرنے کے بعد ہم یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ اِن کے بچے اب اپنے والدین کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ عراق کے ساتھ پہلی جنگ میں ایک ملک نے امریکی فوجوں کو اڈے دیئے۔ اُن کے لئے شراب اور عورتوں کا انتظام کیا۔ جنگ کا خرچ بھی ادا کیا۔ ووکنگ مسجد میں انگلستان کے اُن مسلمان فوجیوں کو جو مسلمانوں کو عراق اور افغانستان میں قتل کر کے خیریت سے واپس آئے تھے عصرانہ دیا گیا اور دعائیں کیں کہ خدا کا شُکر ہے ہمارے یہ جوان عراقی اور افغانی درندوں کو جان سے مار کر زندہ سلامت واپس آ گئے۔ لیکن قصوروار پھر بھی حضرت مرزا غلام احمد ہی تھے۔

(فہرست مضامین)